نوٹ: چونکہ یہ رسالہ مفت تقسیم کیا گیا ہے کوئی صاحب اس کے فروخت کرنیکے مجاز نہیں ہیں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین منی و انا من الحسین ؑ

سنہ ۱۹۱۲ء

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین

فلسفۂ عزا

یعنی سلسلۂ برکات محرم فنڈ کا دوسرا رسالہ

مؤلفہ

عالیجناب مولانا مولوی السید محمد ہارون صاحب قبلہ ممتاز الافاضل و مولوی فاضل مدظلہ زنگی پوری

جسکو

برکات محرم فنڈ کی انتظامیہ کمیٹی نے

سنہ ۱۳۳۰

سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین
خواجہ اجمیری

سید صغیر حسن شمس زیدی الواسطی نے مطبع یوسفی دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

تعداد طبع

دس ہزار

مقاصد برکات محرم فنڈ

(۱) مختلف رسالے بحمایت عزاداری امام حسینؑ مسلمانوں میں مفت تقسیم کرنا

(۲) اُن اعتراضات کا مہذب طریقے سے دفاع جو عزاداری پر کئے جاتے ہیں

(۳) بوقت ضرورت و مصلحت کسی موقت الشیوع رسالہ کا اجرا جو ہر گوشہ ملک کی عزاداری کی پوری کیفیت و دیگر امور متعلقہ "برکات محرم فنڈ" شایع کیا کرے۔

(۴) حمایت عزاداری میں جو رسالے شایع کئے جائینگے اُنکے ترجمے انگریزی ہندی میں بھی ہونگے

ضروری ہدایتیں

(۱) چونکہ ہر منصف مزاج مسلمان سید الشہدا علیہ السلام سے ہمدردی رکھنے پر مجبور و مجبول ہے اس لئے یہ مسلمانوں کا "مشترکہ فنڈ" ہے

(۲) ہر مسلمان پر اسکی حمایت ایسی ہی لازم ہے جیسے دیگر دینی امور کی

(۳) ہر وہ مسلمان جو عشرۂ محرم میں سید الشہدا کے نام پر خرچ کرتا ہے۔ اسی میں سے اس فنڈ کے لئے بھی کوئی حصہ تجویز کرے کیونکہ یہ سید الشہدا علیہ السلام کی ایک زبردست اعانت ہے۔

(۴) ہر مسلمان اس کا ممبر ہوسکتا ہے

(۵) اس فنڈ میں شرکت کرنے والے حضرات کی تقسیم دو طرح پر ہوگی۔

(الف) ایک عام معاونین جو بمشت چندہ کسی مقدار میں سالانہ عطا فرمائیں گے

(ب) دوسرے وہ حضرات جو ایک روپیہ ماہوار کے حساب سے چندہ عنایت فرمائیں گے اور ممبران برکات محرم فنڈ کے نام سے موسوم ہونگے۔

راقم آثم سید صغیر حسن شمس زیدی الواسطی اڈیٹر اخبار اثنا عشری مہتمم برکات محرم فنڈ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولہ الحمد فی الاولیٰ و الآخرۃ۔ و الصلوٰۃ علی محمد و عترتہ الطاہرۃ اما بعد دنیا میں ہر عاقل ذی فہم اور صاحب بصیرت جانتا ہے کہ عالم کی اشیا دو ہی قسموں پر منقسم ہیں جس سے ایک دوسرے کی بیّن تمیز ہوتی ہے اور یہی مطلب اوس مشہور مثل کا ہے کہ تعرف الاشیاء باضدادہا رات کی شناخت دن سے ہوتی ہے اور دن کی رات سے۔ جھوٹ کی سچ سے اور سچ کی جھوٹ سے۔ بلندی کی پستی سے اور پستی کی بلندی سے۔ علیٰ ہذا القیاس حق کی باطل سے اور باطل کی حق سے معرفت ہوتی ہے اگر تمام عالم کی چیزیں ایک ہی طرح کی ہوتیں۔ تو تمیز ناممکن ہوتی۔ اور جب یہ امر ہے تو لا محالہ ایک کی دوسرے سے نقیض بھی ویسی ہی ہوگی اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ جو ایک طبقہ میں داخل ہے دوسرے طبقہ کا جدّ درجہ دشمن ہے اور ہرگز کوئی شخص اُن کے درمیان صفائی نہیں کرا سکتا جب تک وہ مخالفت باقی ہو کیونکہ ہرگز کسی میں یہ طاقت نہیں ہو کہ رات اور دن میں اتحاد پیدا کرا دے اور انکو اُس کے ساتھ جمع کرا دے اور اگر کوشش بھی کرے گا تو یقیناً محروم رہے گا اور ناکامی سے اپنے ہاتھ کو آپ کاٹے گا۔ یہی سبب ہے کہ آجتک جو لوگ مسلمانوں کے درمیان اتحاد پیدا کرانے کی کوشش کرتے ہیں اُن کی کوششیں محض بے سود رہی ہیں اور رہیں گی کیونکہ سیاہ اور سفید۔ رات اور دن۔ شیریں اور ترش۔ آدمی اور بھوت۔ آدم اور ابلیس۔ رسول اللہ اور ابوجہل۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ میں کبھی اتحاد نہیں ہو سکتا۔ عقل بھی اس سے انکار کرتی ہے اور تجربہ بھی اس کا شاہد ہے اور جب یہ امر مسلّم ہے تو یہ بھی ضرور ہے کہ تناقض اور مخالفت کا اثر بھی

ہمارا بر ظاہر ہوتا رہے ۔ جب آفتاب نکلتا ہے اور دن کا ظہور ہوتا ہے تو وہ رات کو اس طرح مغلوب کر لیتا ہے کہ اس کا نام نشان بھی صفحۂ عالم پر نہیں دکھائی دیتا اور جب حضرت آفتاب کا زوال ہوتا اور دن کی میعاد زندگی ختم ہوتی ہے تو رات اپنا سکہ بٹھاتی اور اس کے آثار کو بالکل محو اور نیست و نابود کر دیتی ہے ۔ یہی حال دنیا کی ہر دو نقیضین اور ضدین کا ہے اور یہی حال الیٰ یوم القیامۃ باقی رہے گا ۔ الّا یہ کہ اگر اس قسم کا تناقض ایسی دو چیزوں میں ہوتا ہے جن میں مادہ عقل بھی ہو تو حتی الامکان ہر ایک دوسرے کے حملات کو روکنے کی کوشش حتی الامکان ضرور کرتا ہے اور دوسرا بھی اس کے مٹانے کی سعی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا اسی بنا پر اسلام کے ان دو فرقوں یعنی عزاداران حسینؑ اور مخالفین عزا میں بھی اسی قسم کا تشاجر و تنازع ہمیشہ سے ہوتا آیا اور ہمیشہ ہوتا رہے گا کیونکہ دونوں ہی ایک ایک طرف نقیض پر واقع ہیں ۔ ایک راہ مغرب ہے تو دوسرے کی راہ مشرق ۔ ایک کا سر آسمان کی طرف ہے تو دوسرے کا زمین کی طرف ۔ ایک کا ہادی نائب رسول ہے تو دوسرے کا نائب قوم ۔ ایک کا پیر و مرشد عقل ہے تو دوسرے کا پیشرو قائد نفس اور ظاہر ہے کہ ان دونوں میں انتہا درجہ کا تضاد ہے پھر کیونکر ان میں سے کوئی چاہے گا کہ جیتے جی دوسرے کو رفاہ و خیر یا ترقی و بہبودی میں دیکھے ہرگز نہیں ۔ لہٰذا بمقولۂ مشہور جس کی لاٹھی اس کی بھینس" یعنی جس کے ہاتھ میں زمام سلطنت ہے اسی کے اختیار میں مذہب کی بھی لگام ہے ۔ اول روز سے یہی ہوتا رہا کہ جو فریق ان میں سے زبردست تھا کمزور کو دباتا اور مغلوب کرتا رہا اور نہ صرف مغلوب کرتا بلکہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا نام و نشان ہی صفحۂ روزگار سے مٹ جائے کیونکہ رات کے رہتے ہوئے دن کیونکر رہ سکتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک فریق کے اولوالعزم نے دوسرے فریق کے ہادی کو بالکل دنیا سے نیست و نابود کر دینے کا ارادہ کر لیا اور اپنی کوشش کا ایک تار بھی باقی نہ لگا رکھا ۔ اگرچہ ظاہر نظر میں تھوڑی دیر کے لئے کامیاب نظر آیا مگر یہ صرف نگاہ کی غلطی تھی اور عقل کی غفلت وہ دس سو میں

تاریخ محرم سنہ ۶۱ ہجری کا میدان جو آپ کو یاد ہوگا کیسا گھمسان کا میدان
اور کیسا آفت کا وقت تھا اس وقت بڑے زور سے ابلیس آدم پر حملہ ور تھا۔ نہایت
کالی رات اپنی ہیبت ناک دانت نکالے ہوئے دن پر چڑھائی کر رہی تھی۔ کفر کا تمام آسمان
ایمان کی زمین پر ٹوٹ رہا تھا۔ باطل کا دیو حق کے رضوان مجسم یا انسان مکمل پر بڑی
بڑی سرخ آنکھیں نکالے ہوئے چڑھ آیا تھا۔ اور کیا ہوا۔ یہی تو دنیا نے دیکھا کہ ایک نے
دوسرے کو چھپا لیا۔ وہ اس سے بالکل محیط ہو گیا۔ ظاہر اس نے لمبے اپنا لقمہ بنا لیا اور
کہنے والے نے کہا پہاڑ نے رائی کو پیس ڈالا۔ مگر ہائیں نہیں دیکھو اور سمجھو ایسا نہیں ہوا
اور ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ کیا آپ نے کبھی ایسا دیکھا نہیں کہ ایک مرتبہ کالی سیاہ آندھی
اٹھی تمام عالم کو تاریک کر دیا اور تمام آنکھوں کو گرد و غبار سے بھر کر نظر سے معطل کر دیا۔
اور کیا آپ نے نہیں دیکھا ہے کہ بعض اوقات اس شدت کا ابر سیاہ اٹھا ہے کہ اگر زمین
پر پہنچ جاتا تو تمام زمین کو چھپا لیتا پھر اس سے موسلا دھار پانی بھی برسنے لگا اور لگاتار
کئی دن تک دم نہیں لیا ہے جس سے یقین کر لیا گیا تھا کہ آج ضرور طوفان آیا۔ اب کوئی مکان
سطح زمین پر ایسا باقی نہ رہ جائے گا جو منہدم نہ ہو جائے اب کوئی زراعت زندہ باقی
نہ رہے گی جس سے کوئی ذیحیات اپنی زندگی بسر کر سکے لیکن آخر کار اس کا
نتیجہ کیا ہوا تھوڑی دیر کے بعد وہ آندھی خود بخود دفع ہو گئی۔ مطلع صاف ہو کر دن
پھر نمایاں ہو گیا۔ آفتاب پھر اسی طرح اپنی شعاعیں ڈالنے لگا۔ اسی طرح بازار کھل گئے
وہی آدمیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ لوگوں نے اپنے دامنوں کو جھاڑ پونچھ کر گرد و غبار
سے پاک کر لیا۔ منہ ہاتھ پانی سے دھو کر بالکل فرحناک ہو گئے اور یہ تو بتائیے کہ
وہ دھواں دھار ابر ہی نے کسی کا کیا کر لیا۔ ادھر برسا اور موریوں اور نالیوں سے
اس کا پانی بہ کر نشیب کے مقاموں اور تالابوں میں چلا گیا آیا تو تھا کس دھوم دھام سے
لیکن انجام کیا ہوا ہمیشہ مغرور کا سر نیچا کس قدر تو آپ بلند تھے مگر زیادہ سر اٹھانے کا

نتیجہ یہ ہوا کہ اب وادیوں اور پست مقامات اور گڑھوں میں آپ کی جگہ ہے۔ اچھا کچھ ضرر بھی پہنچا مگر وہ ایسا ضرر تھا جس کی تلافی بہت آسانی سے ممکن تھی اور ہو بھی گئی لیکن پہلے پہل دیکھنے والا یہی سمجھا تھا کہ اب دنیا تہ و بالا ہو گئی۔ عالم کا انتظام مختل ہوا۔ روئے زمین کے نقش فنا ہوئے۔ نہ دنیا ہی تہ و بالا ہوئی نہ انتظام عالم میں ہی خلل پڑا اور نہ کسی کا بال ہی بیکا ہوا۔ یہ صرف وہم و خیال تھا بلکہ وہی خود فنا ہو گیا۔ جس سے یہ سب خوف تھے اور اسی کا نام و نشان نہ رہا جس کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی۔

کیا آپ کو یقین نہیں ہے اور جو کچھ میں نے اشارۃً بیان کیا بالکل صحیح اور واقعہ کے مطابق نہیں ہے؟ قسم بخدا اگر یہی ہے تو آپ کو دھوکا ہے شاید اُس آندھی کے چلنے کے وقت جو گرد و غبار آپ کی آنکھوں میں پڑ گیا تھا اُسے آپنے اچھی طرح صاف نہیں کیا۔ ذرا پانی سے منہ دھو ڈالئے آنکھیں کھولئے تو معلوم ہو کہ اب کیا وقت ہے دوپہر ہے یا رات۔ آندھی چل رہی ہے یا صاف ستھرا ہے گرد و غبار دن موجود ہے۔ موسلا دھار مینہ برس رہا ہے یا آسمان بالکل کھلا ہوا ہے۔

دیکھئے دیکھئے وہ کالے گنگھور بادل چھٹ چکے وہ تند آندھی بھی معدوم ہو گئی۔ بنی امیہ کا تخت اُلٹ گیا تاج اُن کا خاک میں مل گیا اُن کی ناکیں زمین پر رگڑی گئیں۔ اُن کی گردنیں توڑ ڈالی گئیں اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔ اُن کے گھروں میں کُتّے لوٹتے ہیں اُن کی دیواروں پر اب اُلّو بولتا ہے اُن کے بدنوں میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اُن کی کھوپریوں کو دیمکوں نے کھا لیا ہے۔ اُن کی قبریں دھنس دھنس گئی ہیں۔ اُن کے مزاروں کا اب نشان بھی نہیں ملتا۔ اُن کے مال و زر سب لوٹ لئے گئے۔ اُن کی فوجیں سب ساتھ چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ اب وہ یکہ و تنہا ہیں۔ چند موکلوں کے ہاتھ میں کچھ آتشی حربے ہیں جن سے انکے سروں اور جسموں کو آرام پہنچاتے ہیں اور بس

لیکن یہاں دیکھئے جس کھیتی کے مٹانے کو یہ بجلیاں گری تھیں۔ جس کے بہانے کو یہ رو آئی

تھی جن مکانوں کے گرانے کو یہ پتھر پڑے تھے جن کے اڑا لیجانے کو یہ آندھیاں چلی تھیں وہ آج کس حالت میں ہیں؟ پہلے سے بھی زیادہ سرسبز۔ اوّل سے بھی کہیں زیادہ لہلہاتے اسوقت سے زیادہ بلند اور پیشتر سے کہیں زیادہ آباد ہیں

یزید کی عمارتوں کا تو کہیں سنگ بنیادی بھی نظر نہیں آتا لیکن حسینؑ کا قلعہ مستحکم اور حصن حصین اب تک اسی طرح باقی ہے۔ یزید کی سلطنت کا کہیں پتہ بھی نہیں لیکن ابن رسولؐ کی سلطنت ذوالقرنین کی سلطنت سے کہیں زیادہ وسیع اور باشوکت نظر آتی ہے یزید کے دروازے پر تو کوئی پیشاب بھی کرنے نہیں جاتا۔ لیکن آج حسینؑ کے دروازے پر روزانہ لاکھوں سر ٹکتے ہیں۔ ہزاروں گردنیں تعظیم کے لئے خم ہوتی ہیں اور کروڑوں پیشانیاں اُن کی چوکھٹ پر رکھی جاتی ہیں یزید کی فوج نے اسکا ساتھ برے وقت میں چھوڑا جب کہ اسکو اُن کی بہت سخت احتیاج تھی لیکن آج تمام دنیا حسینؑ کی فوج میں داخل ہے۔ فرشتے اُن کی فوج ہیں۔ جن اُن کی فوج اور آدمی اُن کے لشکری اور جبرئیل سا فرشتہ ان کا کمانڈر انچیف

یزید کا کوئی صبح کو نام بھی لینا گوارا نہیں کرتا لیکن حسین علیہ السّلام کے نام کا مرثیہ روزانہ پڑھا جاتا ہے اور وہ دن مبارک سمجھا جاتا ہے جس دن تمام باتوں سے پہلے حسینؑ کا نام نامی زبان پر آجاتا ہے۔ یا یہ نام کانوں میں سُنائی دیتا ہے۔

یزید مر گیا سڑ گیا۔ نیست و نابود ہو گیا۔ لیکن دیکھو کہ خدائے تعالےٰ اپنے پیارے حسینؑ کی بابت کیا فرماتا ہے" لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون" جو لوگ راہ خدا میں مارے گئے اُن کو مُردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں خدا کے پاس سے انکو روزی دی جاتی ہے

نسل بنی اُمیہ میں سے شاید اب کوئی باقی بھی نہو گا اور اگر ہو گا بھی تو وہ اپنے تئیں اس منحوس لقب سے ظاہر کرنا پسند نہ کرتا ہو گا۔ لیکن دیکھو بنی ہاشم کو۔ نہیں بلکہ

خاص حسینی نسل کو کہ کس درجہ تک اُسنے ترقی کی اور کن کن اقطار میں اُس نے جگہ لی اور کہاں تک یہ پھیلی اور کتنے بڑے دائرے کا اس نے احاطہ کیا عرب سے تا عجم اور عجم سے تا ہند اور ہند سے تا روم اور روم سے تا یورپ اور یورپ سے تا امریکا کوئی ایسا مقام نہیں جہاں حسینی نسل کا کوئی ممبر موجود نہو۔ اور پھر کس طرح نہایت کھلے خزانے۔ صاف صاف بفخر و مباہات پکار پکار کر کہتے ہیں ہم سیّد ہیں۔ ہم حسین ابن علی کی اولاد ہیں۔ اور آج اگر کسی کو ذرہ برابر بھی اس خاندان سے تعلق ہو جاتا ہے تو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے بلکہ غیر اقوام بھی کوششیں کرتی ہیں کہ کسی طرح ہم بھی لوٹ پوٹ سیّد بنجائیں اور اس خاندان کے نام سے پکارے جانیکا فخر حاصل کریں

یزید کی دہلیز پر کبھی ایک مٹی کا چراغ بھی نہ جلایا جاتا ہوگا۔ لیکن دیکھو حسینی حرم میں کہ ایک ساعت میں ہزاروں شمعیں سینکڑوں فانوسیں اور بیسیوں جھاڑ جلتے ہیں جن کی روشنی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرتی رہتی ہے۔ یہ تو یہ عجیب بات تو قابل لحاظ یہ ہے کہ ہر سلطان کی سلطنت ہر شہنشاہ کی تمکنت ہر اولوالعزم کی شان جلالت کا اثر۔ ہر جبّار کی سطوت کی دھاک اس وقت تک قایم رہتی ہے۔ جب تک وہ دنیا میں موجود ہے اور جب تک اُسے نگاہیں دیکھ رہی ہیں اور جب تک اُس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ہی اور جب تک اُس کے قبضہ میں قائمہ شمشیر ہے۔ اودھر اُس کی آنکھ بند ہوئی۔ اُدھر کچھ بھی نہ تھا۔ ادھر سلطنت سے معزول کیا گیا اور اُدھر رفقائے جان نثار نے ساتھ چھوڑا دیکھو نظیر میں سلطان عبدالحمید خاں مالک زمام سلطنت ملک رُوم کو۔ کیا تھے اور کیا سے کیا ہوئے اور اب دنیا کی نگاہوں میں کیسے دکھائی دیتے ہیں۔ جو اخبار و رسائل اُن کو خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ المسلمین کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے آج کس نام سے انھیں پکارتے ہیں مگر وا اور دیکھو حسین سبط رسول الثقلین کو اس عظیم الشان سلطان اور عجیب الشوکۃ شاہنشاہ اور نرالے طرز کی حکومت اور انوکھی طاقت سے فرماں روائی کرنے والے کو

ہاں تمہیں معلوم ہو گا کہ آج بھی اُن کی سلطنت ایسی ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی طبقہ میں
موجود نہیں وہ خود آج آنکھوں کے سامنے موجود نہیں مگر داب شاہی اسی طرح بجالایا
جاتا ہے سطوت کی دھاک وہی ہے۔ حکومت کا سکہ اسی طرح دلوں پر بیٹھا ہوا ہے
اولوالعزمی کی شان اُسی طرح دکھائی دیتی ہے بیشک ہاتھ میں اسوقت تلوار کا قبضہ
نہیں مگر عالم کی گردنیں اطاعت کے لیے اسی طرح جھکی ہوئی ہیں جاں نثار مرنے کے
لئے اسی صورت سے آمادہ ہیں روحیں فدا ہونے کو اسی حال سے تیار ہیں معاویہ
کی طرح خزانے لٹا لٹا کر لوگوں کو اپنی طرف نہیں بلایا جاتا۔ مگر لوگ خود اپنے مالوں
زیوروں کو۔ اثاث البیت کو لٹا کے صرف کر کے پہنچ کے اس دربار میں پہنچا اور صرف ایک
مرتبہ اس چوکھٹ پر سلام کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں اور فخر ہی نہیں بلکہ نجات دارین کا ذریعہ
جانتے ہیں۔

ایک بادشاہ تمام عمر میں اپنی تاج پوشی کا ایک دربار کرتا ہے اس میں اہل ملک کو
دعوت دیتا ہے کس قدر انبار روپیہ صرف کرتا ہے۔ کتنا اہتمام کرتا ہے۔ ہر طرف اشتہار
دلواتا ہے اس پر بھی طوع و رغبت کے ساتھ لوگ دربار میں شریک نہیں ہوتے۔ کبھی خوف سے
کبھی طمع سے۔ کبھی رعایت سے حاضر ہو کر سلام کر لیتے ہیں مگر دیکھو بادشاہ کو ہمارے
شاہنشاہ کو ہمارے سلطان اولوالعزم کو۔ ہمارے خلیفۃ اللہ کو کہ سال میں
کتنی مرتبہ دربار ہوتا ہے۔ کوئی اشتہار نہیں دیا جاتا کوئی اعلان نہیں کیا جاتا کوئی
اہتمام نہیں ہوتا۔ کوئی فوجی قوت خوف دلانے والی مسلط نہیں کیجاتی کسی قوم کا دباؤ
نہیں ڈالا جاتا۔ کوئی خزانہ نہیں کھلتا جس کے روپیے لوگوں پر تقسیم ہوں گے۔ مگر ہر سال
چند مرتبہ ایسے عظیم الشان دربار ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر عقلیں حیران رہجاتی ہیں حواس
خمسہ آدمی کے بجا نہیں رہتے کہ خدایا یہ کیا سامان ہے اور کون اس کا منتظم۔ کیا آپ کبھی
پندرھویں شعبان تیرھویں رجب نویں ذی الحجہ اٹھارھویں ذی الحجہ وغیرہ تک

تاریکیوں میں وہاں موجود رہے ہیں جہاں اس شہنشاہ کا پائے تخت ہے
اور آیا دیکھا ہے آپ نے کہ کیسا دربار ہوتا ہے کئے لاکھ آدمی سلام کے لئے آئے ہوتے ہیں
اور کتنی پیشانیاں آستانہ مقدس پر جھکی ہوتی ہیں۔ اور کتنی گردنیں تعظیم کے لئے خم ہوتی
ہیں اور کتنی نگاہیں انوار روضہ مقدسہ کی طرف لگی ہوتی ہیں اور کتنے سینے ضریح منور
سے چمٹے ہوتے ہیں اور کتنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے ہوتے ہیں اور کتنے دل ایک عجیب
وغریب محبوب اور نرالی ادا کے معشوق کی محبت سے بھرے ہوئے آنکھوں کے گلاب
پاش سے اس کی یادگار کی تصویر پر گلاب چھڑک رہی ہیں اور پھر اللہ اللہ کس خلوص
سے کس جوش سے۔ کس اعتقاد سے بتایئے تو سہی کس بعظیم بادشاہ کو ان میں ایک
بات بھی حاصل ہوئی ہے اور کون ایسا کر سکتا ہے اور کس کے لئے ممکن ہے راہ سے
کہیں بے راہ نہ چلے جائے گا مثال کے لئے کہتا ہوں کچھ اور مقصود نہیں۔ دیکھئے جناب
سلیمان بن داؤد علی نبینا وعلیہ السلام کو کیسی سلطنت دی گئی تھی۔ کیا شان تھی۔ کیا
شوکت کیا حکومت تھی اور کیا سطوت فوجیں کتنی بڑی اور کتنی قسم کی کیسا دربار
لگا کرتا تھا اور کس کس صنف کی مخلوقات اس دربار میں حاضر ہوتی تھی ہیبت کیسی تھی اور
اختیارات کس حد پر تھے گھر بیٹھے بیٹھے سبا سے بلقیس جیسی صاحب سلطنت کا تخت
دم کے دم میں منگا لیا مگر کب تک یہ بات رہی کہاں تک اسکے طول کھینچا۔ کتنے
دنوں یہ اختیارات باقی رہے؟ یہی تو آپ جواب دیں گے کہ جبتک وہ جیتے
رہے۔ بس آگے تو کچھ نہیں۔ اب تو بتائے کہ ان کا پائے تخت کہاں تھا۔ ان کی
فوجیں کہاں ہیں اُن کے نام پر کتنے آدمی جان فدا کرتے ہیں؟ واللہ ایک بھی نہیں
ایک بھی اب دیکھئے ہمارے شاہنشاہ کو ہمارے سلطان دین و دنیا کو آج
تیرہ سو برس کے قریب زمانہ ہو گیا کہ اس نے اپنا ظاہری سامان ہم سے الگ کر لیا ہے
اپنی صورت ہم سے پوشیدہ کر لی ہے۔ بالکل ہمارے درمیان سے اپنا قدم نکال لیا ہے

بلکہ یہ سچ کہوں اس دنیا ہی سے وہ چلا گیا ہے اور کسی اور عالم میں اپنی بود و باش اختیار فرمالی ہے۔ مگر اختیارات وہی باقی ہیں۔ وہ ساکھ وہی بندھی ہوئی ہے عرب کی زمین پر ایک چٹیل میدان میں جہاں آبادی کا نام و نشان بھی نہ تھا اپنی ایک یادگار چھوڑی جسے ہمنے اُسکے پایۂ تخت سے تعبیر کیا تھا۔ وہ دراصل پائے تخت اس سلطان عالی شان کا نہیں ہے۔ بلکہ اُسکی ایک یادگار ہے۔ مگر ہم سردست اُسے پائے تخت ہی کہنے پر مجبور ہیں کیونکہ جو شان پائے تخت کی ہونی چاہیے وہی بلکہ اُس سے المضاعف اس وقت اس میں موجود ہے۔ وہ لق و دق میدان۔ وہ ناآباد مقام وہ وحشت خیز صحرا کہ اللہ اللہ مگر اب اختیارات کو دیکھیے۔ متمدن ملکوں کے باشندے شہروں کے رہنے والے سیجوں پر سونے والے پھولوں پر کروٹیں بدلنے والے۔ مخمل کے گاؤتکیوں پر سہارا دینے والے۔ آنکھوں پر چلنے والے دلوں کے اندر رہنے والے عجم کے ملک سے ہند کی سرزمین سے روم کے خطے سے چین کے حصہ سے یورپ کے جزائر سے کھنچے ہوئے چلے آتے ہیں۔ پروا نہیں کہ پاؤں میں کانٹے گڑ گئے۔ یا کپڑے میلے ہو گئے یا دو۔ دو وقت کسی سبب سے کھانا نہیں کھایا۔ یا زحمتِ سفر سے چہرے زرد ہو گئے۔ یا آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ایک نہایت زور دار طاقت اور جذبہ ہے جو اپنی طرف کھینچے لیے جاتا ہے اور یہ سب کے سب اس میدان کی طرف اُس یادگار تک پہنچ جانے کے لیے نہایت بیخودی کے ساتھ چلے جا رہے ہیں اور جب اُس جگہ پہنچ جاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا سلطنت ہفت اقلیم حاصل ہو گئی۔ یا دولت تمام روئے زمین کی ہمارے ہی قبضہ میں آ گئی یا آسمان و زمین کے تمام حصوں پر ہمیں تصرف مل گیا

یہ امر کس کے لیے حاصل ہوا اور کب اس کا حصول کسی کے واسطے عقل میں آسکتا ہے یہ بات مخصوص ہے ذات حسینؑ ابن علی سبط رسول عربی خلیفۃ اللہ تعلی کے واسطے۔ دوسرا ہرگز اس میں سے حصہ نہیں پا سکتا اور نہ ذرہ برابر اس جلوے کی جھلک بھی اُسے دکھائی دے

سکتی ہے۔ روحی لہ الفدا و نفسی لنفسہ الوقا۔ یا لیتنی کنت معک فافوز فوزا عظیما یا اباعبد اللہ یا اباعبد اللہ یا اباعبد اللہ۔

اور جبکہ یہ شاہنشاہ اپنی سلطنت میں ایسا طاقت ور اور اس قدر قوی شوکت ہو جسنے ہزاروں بادشاہوں سے خراج لے لیے سینکڑوں کے تاج اُتروا لئے۔ لاکھوں کو پابرہنہ اپنے دربار میں بلا لیا نظیر میں دیکھو سلاطین بنی بویہ۔ سلاطین صفویہ اور سلاطین قاچاریہ کو سینکڑوں کو سلام کے لئے اپنے سامنے جھکا دیا اور جن جن مخالفوں نے علم مخالفت بلند کیا اُن کو خاک میں ملا دیا۔ قعر جہنم میں پہنچا دیا۔ جسے چاہتا ہے بلا لیتا ہے اور جب ارادہ کرتا ہے نکال دیتا ہے۔ دن میں ہزاروں مرتبہ رُلا دیتا ہے اور ہزاروں مرتبہ ہنسا دیتا ہے قلوب عالم پر اُسکا سکہ ہے آنکھوں پر اُس کی حکومت ہاتھوں پر اُسکا قبضہ پاؤں پر اُسکا تسلط جانوں پر اُسے اختیار۔ اشارے سے اُٹھاتا ہے اور اشارے ہی سے بٹھاتا ہے۔ آسمانی سلطنتوں کا وہ مالک ہے اور ارضی مخلوقات پر اُسکی حکومت تو اب بتاؤ کہ کس کی مجال ہے جو اُس کے معاملے میں دم بھی مار سکے جو ذرا اُس کی مخالفت میں سر بھی ہلا سکے۔ جو اس کی کسی خواہش کو ایک منٹ کے لئے بھی روک سکے جو اُس کے ارادوں کے پورا ہونے کے درمیان حائل ہو سکے؟ کوئی نہیں بڑا احمق ہے۔ بڑا بے وقوف ہے نہایت بے عقل ہے سخت بے ننگام ہے وہ شخص جو سونچتا ہے کہ میں حسینی سلطنت میں کچھ بھی دست اندازی کر سکوں گا حسینی اختیارات کو کسی قدر گھٹا سکوں گا حسینی حکومت میں رخنہ پیدا کر دوں گا اُس کے نام و نمود کو کم کر دوں گا۔ اُس کے چرچوں کو بند کر دوں گا اے بیوقوف جاہل اور اے بدمغز لاعقل۔ کیا تو اور کیا تیری تدبیریں تجھ سے بڑے طاقتوں والے اور کہیں تیرے اختیارات سے زیادہ اختیارات رکھنے والے۔ مرمٹے۔ اسی آرزو میں کہ حسینی جھنڈے کو ذرا جھکا دیں اس سلطنت میں ایک بالشت بھر بھی حصہ لے لیں مگر نہ ہو سکا پر نہ ہو سکا

خواہشیں اُن کی سب ہلاک ہوئیں
ہڈیاں تک بھی اُن کی خاک ہوئیں

تو بیچارہ کیا کر سکتا ہے۔ ہاں جنون کا علاج نہیں۔ بک بے۔ اشتہارات دے۔ فتوے چھپوا لے اخباروں کے کالم کے کالم ہر سال سیاہ کر لے اور اپنی دائمی روسیاہی کا منہ گلے میں پہن لے مگر اس سے کچھ ہوگا اور ہرگز کچھ نہ ہوگا۔

جس کام کو خداوند کریم خود چلا رہا ہو۔ جسے خدا کے فرشتے برابر مدد پہنچا رہے ہوں جسے تمام عالم کی موجودات مدد دے رہے ہوں اُسے ایک معمولی طاقت کا آدمی کیا روک سکتا ہے۔

ہاں بعض اوقات کمزور دلوں میں خیالات واہیہ کے سبب بعض وساوس ضرور پیدا ہو جاتے اور یہ بالکل اغوائے شیطانی کی بنیاد ہے کہ در پردہ جب وہ اپنے جال پھیلاتا ہے تو بعض دلوں کو ایک نہ ایک دن شکار بھی کر لیتا ہے۔ اسی طرح یہ شیاطین زمانہ بھی جو دراصل اُسی پرانے اور تجربہ کار معلم الملکوت کے اُنجائے ہوئے اور اُسی کی نیابت میں کام کرنے والے ہیں۔ اپنے دام مکر و تزویر کو ہر سال پھیلاتے ہیں مگر وہ ابھی تک تو محض غیر مفید ہی ثابت ہوتا جاتا ہے لیکن باین خیال کہ مبادا کوئی کچے ڈورے میں پھنس جانے والا دل اُن کے اختیار میں آجائے اور اُن کے دام میں پھنس جائے اس لئے ضرورت ہے کہ کبھی کبھی اشارتاً اور تنبیہاً ان مکروں اور حیل سازیوں کے راز بھی واضح کر دئے جایا کریں جسے سمجھ کر لوگ اپنی حفاظت کر سکیں۔

تھوڑے دنوں سے کچھ ایسا انقلاب نظر آتا ہے کہ لوگ پھر پانچ سو برس بعد اسی خیال میں مبتلا ہو رہے ہیں جس میں اس سے پہلے کی صدیوں والے مبتلا تھے۔ یعنی ایسے ذلیل خیالات عوام میں پھیلنے لگے ہیں جس سے خواہ مخواہ یہ بات مترشح ہوتی ہو کہ یہ لوگ خدائے تعالیٰ کے زبردست ہاتھ کی قوت کو سلب کرنا چاہتے ہیں یا اُس کے درمیان حائل ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں حالانکہ مانی ہوئی بات ہے کہ یفعل اللہ مایشاء ولا یفعل مایشاء غیرہ

اور چاہتے ہیں کہ ان اپنے جھوٹے خیالات کی وجہ سے اس ہفت اقلیم کے مسلّم الثبوت شہنشاہ کی سلطنت کو باتوں سے چھین لیں جس پر اُسنے اپنی جان دے کر قبضہ کیا ہے اور جسے اُسکے باپ نے جان بیچ کر خریدا تھا حالانکہ یہ محض خیال ہی خیال ہے۔ یریدون لیطفوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ کو بالکل بھولے ہوئے بیٹھے ہیں مگر کریں کیا وہ بھی آخر اپنی فطرت سے مجبور ہیں ؎

نیش کژدم نہ از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

کینہائے دیرینہ اور عداوتہائے مخفی درسینہ کو خواہ مخواہ جوش میں لاکر اپنے دل کا بخار نکالتے ہیں۔ کہنا تو دراصل کچھ اور چاہتے ہیں مگر دوسری دوسری بالائی باتوں کے اوٹ میں چھپا کر لاتے ہیں تاکہ واقعیت مخفی رہے۔ لیکن واقعی امر کبھی چھپ نہیں سکتا جس زمانہ سے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث کی ارواح (روح) نے اُن کے ہیولانی جسم میں قیام کیا ایک حد تک اُسے بہت بےچینی تھی کیونکہ بُری جگہ پھنسائے گئے تھے آخر گھبراہٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بےشمار اوّل فوّل زبان پر جاری کئے اور وہی اقوال لایعنی لوگوں نے بھی یاد کر لئے جسے برابر دہرائے جاتے ہیں۔ ہزار سمجھاؤ ہزار دلیلیں پیش کرو ایک نہیں سنتے سننے کون دہ نا جس کے دماغ میں روحانیت کا کچھ مادہ بھی ہو جس نے اس سے پہلے ہی قطع تعلق کر لیا ہے وہ کیا سمجھ سکتا ہے۔ اب ایک رٹ لگی ہوئی ہے کہ صاحب (۱) ذکر مصائب امام حسین علیہ السلام بدعت ہے (۲) اقامت عزا اس طریقۂ خاصہ سے موجب اسراف ہے (۳) بیان مصائب آل عبا باعث تہتک ہے (۴) تعزیہ رکھنا بُت پرستی ہے (۵) اس شان سے تعزیہ اُٹھنا باعث فواحش ہے۔

یہ وہ سوالات ہیں جو حضرت شاہ عبدالعزیز کے وقت دیا اس سے کچھ قبل وبعد اسوقت تک برابر چلے آتے ہیں جن کے جواب ہزاروں کتابوں میں دیے گئے۔ اور ہزاروں

دفعہ ان لوگوں کو قایل کیا گیا مگر "کتے کی دُم ٹیڑھی" پھر ہر سال وہی خیالات لے کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور عوام فریبی کرنے پر آمادہ ہوتے اور کمر باندھ لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ لوگ ذرہ برابر عقل سے کام لیں تو اُن کو معلوم ہوجائے گا کہ یہ خیالات کس قدر لغو اور یہ سوالات کتنے بودے ہیں جو بغیر جواب ہی کے حل ہو جاتے ہیں چہ جائے کہ کوئی شخص اُن کے جواب دینے یا لکھنے کی تکلیف گوارا کرے لیکن سمجھنے کے واسطے اس قدر کہہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امور مذکورہ بالا بالکل مردود ہیں جس کی وجہ ذیل کی تحریر سے معلوم ہوگی۔

امر اوّل یعنی کہ ذکر مصائب امام حسین علیہ السّلام بدعت ہے۔ اس سوال میں یہ سوال ہے کہ حضور والا آخر یہی کیوں بدعت ہے؟ آپ کا دونوں وقت قورمہ کھانا کیوں بدعت نہیں؟ آپ کا مرغ پلاؤ کھانا کیوں بدعت نہیں؟ آپ کا کوٹ پتلون پہننا کیوں بدعت نہیں؟ آپ کا نواڑ کے پلنگ پر دراز ہونا کیوں بدعت نہیں؟ آپ کا مولود کی صحبتیں کرنا کیوں بدعت نہیں؟ آپ کا تراویح پڑھنا کیوں بدعت نہیں؟ آپ کا رات بھر پڑے سویا کرنا کیوں بدعت نہیں؟ آپ کا اذان میں الصّلوٰۃ خیرٌ مّن النّوم کہنا کیوں بدعت نہیں؟ اگر یہ تمام امور بدعت ہیں تو ذکر مصائب امام حسین علیہ السّلام بھی بدعت ہے اور اگر یہ امور بدعت نہیں تو اسے بھی اُن ہی پر قیاس فرمائیے۔ کیا معنی کہ جو بات عہد رسولؐ میں نہ تھی اُسے بجا لانا اگر بدعت ہے تو یہ جملہ امور مذکورہ صدر بدعت ہیں پس براہ مہربانی آپ اپنی بدعتوں کو ترک کیجیے۔ ہم بھی اپنی بدعت کو ترک کر دیں گے بشرطیکہ اُسکا بدعت ہونا ثابت ہوجائے۔

لیکن آپ ہرگز اسے ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ میں ثابت کردوں گا کہ ذکر مصائب جناب سید الشہداء خامس آل عبا سنّت اللہ اور سنّت الرسولؐ۔ سنّت صحابہ اور سنّت تابعین و تبع تابعین ہے۔

سنت اللہ کا پتہ تو قرآن سے مل سکتا ہے مگر معلوم ہے کہ قرآن مجید اپنے بیانات میں بیشتر اجمال سے کام لیتا ہے جس کی تفسیر اقوال رسول وصحابہ کرتے ہیں جیسا کہ آپ کے نزدیک مسلم ہے اور اگر یہ نہ مانا جائے تو وجود قرآن امت کے درمیان مہمل اور بیکار پڑے گا اور پھر جناب عمر کا ارشاد حسبنا کتاب اللہ بھی بے معنی ثابت ہوگا۔ لہذا ہمارے دعوے کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

اب میں کہتا ہوں اس ذکر مصیبت میں قرآن کا بیان اجمالی اور بکنایہ واشارہ سنئے جسکی تفسیر آپ کے امام ثعلبی صاحب مفسر قرن اول سے معلوم ہوتی ہے۔ خدائے تعالےٰ کچھ لوگوں کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے "فما بکت علیھم السماء والارض" ان لوگوں پر آسمان وزمین نے گریہ نہیں کیا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کچھ لوگ اس صفت کے ہیں جن پر آسمان وزمین نے گریہ نہیں کیا تو کچھ لوگ ایسے بھی ضرور ہیں جن پر آسمان وزمین نے گریہ کیا ہے۔ یا کرے گا کیونکہ خاص لوگوں پر بکائے سماء وارض کی نفی بتاتی ہے کہ ان دونوں میں اس کی صلاحیت ضرور ہے مگر اُن پر گریہ نہیں کیا البتہ اُن کے علاوہ اوروں پر گریہ کرتے ہیں یا کر چکے ہیں یا آیندہ گریہ کریں گے اب اس کے متعلق امام ثعلبی صاحب کا بیان ملاحظہ فرمایئے آپ کے جناب شیخ سلیمان حنفی نقشبندی قندوزی بلخی مقیم دار الخلافہ قسطنطنیہ اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں نقل کرتے ہیں ص ۹۸ مطبوعہ بمبئی وفی سورۃ الدخان "فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین"۔ اخرج الثعلبی عن السدی قال لما قتل الحسین بن علی بکت علیہ السماء وبکاءھا حمرتہا" یعنی سورہ دخان میں خدائے تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے "فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین" اس کے متعلق ثعلبی نے سدی سے روایت کی ہے کہ جب حسین ابن علی شہید ہوئے تو آسمان اُن پر رویا اور رونا۔ اُس کا سرخ ہو جانا تھا یعنی آسمان کے بکاء کی علامت یہ تھی کہ اس پر سرخی پیدا ہوئی۔ پھر وہی بزرگوار اپنی کتاب مذکور میں لکھتے ہیں

عن کثیر بن شہاب الحارثی قال بینا نحن جلوس عند علی فی الرحبۃ اذ طلع الحسین علیہ السلام قال ان اللہ ذکر قوما بقولہ فما بکت علیہم السماء والارض والذی فلق الحبۃ وبرا النسمۃ لیقتلن ہذا ولتبکین علیہ السماء والارض۔ یعنی کثیر بن شہاب نے روایت کی ہے کہ اسی اثنا میں کہ ہم لوگ علی (علیہ السلام) کے پاس رحبہ میں بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ حسین (علیہ السلام) سامنے سے آئے آپ نے کہا بیشک خدائے تعالٰے نے ایک قوم کا حال بیان کیا ہے "فما بکت علیہم السماء والارض سے دیگر، قسم اس کی جس نے دانے کو شگافتہ کیا ہے اور جان کو پیدا کیا کہ ضرور یہ (امام حسین علیہ السلام) مقتول ہونگے اور ان پر آسمان و زمین گریہ کرے گا۔

سنۃ الرسول کا ثبوت یعنی کہ ذکر مصائب حسین سنت رسول بھی ہے۔

امام احمد ابن حنبل کی سند سے ثابت ہوتا ہے (دیکھو ص ۲۸۲ جلد اول مطبوعہ مصر)

عن ابن عباس قال رایت النبی فی ما یرا النائم بنصف النہار وہو قائم اشعث اغبر بیدہ قارورۃ فیہا دم فقلت بابی انت وامی یارسول اللہ ما ہذا قال ہذا دم الحسین واصحابہ لم ازل التقطہ منذ الیوم ابن عباس اپنا خواب بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو غبار آلودہ دیکھا آپ کے ہاتھ میں ایک شیشہ تھا جس میں خون تھا میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یارسول اللہ یہ کیا ہے؟ فرمایا حسین اور اس کے اصحاب کا خون ہے جسے میں آج صبح سے جمع کر رہا تھا۔

دیکھئے آپ نے حضرت ابن عباس کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ رسول نے مصیبت امام حسین علیہ السلام کا بیان کیا۔ اب آپ کو کیا عذر ہے پھر مشکوٰۃ ص ۷۰۹ والی حدیث ملاحظہ کیجئے۔ جس میں رسول اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی ہذا فقلت ہذا قال نعم واتانی تربتہ حمراء جبرئیل میرے پاس آئے اور بیان کیا کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی میں نے کہا کیا اسے؟ فرمایا ہاں اور مجھے لال

سنی (کربلا کی) بھی دی گئی ہے۔

اس روایت نے بھی بتایا کہ رسول اللہ نے مصیبت امام حسین علیہ السلام کو بیان کیا اور اگر آپ کہیں رونے کو بدعت بتائیں تو اسکا ثبوت بھی رسول کے فعل سے دیا جا سکتا ہے اسی روایت کے اوپر والے فقرے میں ہے ثم حانت منی التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ تھریقان الدموع اب جو میں نے دیکھا تو یہ دیکھا کہ رسول اللہ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں (یعنی امام حسین علیہ السلام کے مصائب یاد کر کے)

اس سے زیادہ اس کے متعلق حضرت کا فعل کہاں تک نقل کروں۔ بیشمار حدیثیں آپ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ جن سے بیان مصائب زبانی رسول اللہ اور اس امر کا سنت رسول ہونا معلوم ہوتا ہے۔

سنت صحابی یعنی فعل صحابی ہونا ذکر مصائب ابن رسول کا ان ہی روایات سابقہ سے معلوم ہوتا ہے جن لوگوں نے رسول اللہ سے اس واقعہ کو نقل کیا اور بیان کیا اور بالخصوص یہی آپ کے امام احمد بن حنبل کے مسند جلد اول ص ۸۵ مطبوعہ مصر سے ثابت ہو سکتا ہے جس میں علی ابن ابیطالب علیہ السلام اجلّ صحابیؓ اور خلیفۂ رسول کا قول و فعل نقل کیا ہے بایں عبارت اور راوی اُس کے عبداللہ بن نجی ہیں۔

فنادی علی رضی اللہ عنہ اصبر ابا عبد اللہ اصبر ابا عبد اللہ بشط الفرات قلت وماذا قال دخلت علی النبیؐ ذات یوم عیناہ تفیضان قلت یا نبی اللہ اغضبک احدٌ ما شان عینیک تفیضان قال بل قام من عندی جبریل قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات قال فقال ہل لک ان اشمک من تربتہ قال قلت نعم فمد یدہ فقبض قبضۃ من تراب فاعطانیہا فلم املک عینی ان فاضتا۔ یعنی صفین کو جاتے ہوئے جب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا گذر زمین نینوا کی طرف سے ہوا تو ایک مرتبہ آپ نے پکار کر فرمایا صبر کر اے ابو عبد اللہ۔ صبر کر اے ابو عبد اللہ فرات کے کنارے"۔ راوی کہتا ہے

میں نے عرض کی یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ کے پاس حاضر ہوا ایکروز تو دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں میںنے کہا یا رسول اللہ کیا آپ کو کسی نے غضبناک کیا ہے یہ کیا بات ہے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں فرمایا میں اس سببسے روتا ہوں کہ ابھی جبریل میرے پاس سے اٹھکر گئے ہیں۔ وہ مجھسے بیان کرتے تھے کہ حسینؑ نہر فرات کے کنارے شہید ہوگا پھر یہ بھی جبریل نے کہا کہ آپ چاہیں تو میں اُنکی تربت یعنی وہ خاک جس میں حسینؑ مدفون ہونگے سونگھاؤں میںنے کہا اچھا تو جبریل نے اپنے ہاتھ کو بڑھایا اور ایک مٹھی خاک لیکر مجھے دیدی جس کے سببسے نہ ممکن ہوسکا کہ میں اپنے رونیکو ضبط کرسکوں بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

دیکھئے حضور یہاں کے ذاکر مصائب امام حسینؑ علیہ السّلام نظر آتے ہیں۔ ایک عبداللہ بن نجی راوی حدیث دوسرے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السّلام صحابی رسول اور خلیفہ برحق مسلم فریقین تیسرے رسول اللہ خدا کے نبی جنکی شریعت اسلام پر آپ اپنا قیام بتاتے ہیں چوتھے جبریل مقرب خداوند جلیل کیا ان سبنے اس بدعت کو نہیں سمجھا اور حسینؑ کے مصائب کو بیان کرکے خود روئے اور دوسرونکو رولایا صرف ایک آپ بڑے متشرع اور دقیقہ رس ہیں جو ان سبکے معلومات اور مختارات بلکہ مذہبکے برخلاف یہ رائے بے تکان قایم کردی کہ ذکر مصائب حسینؑ بدعت ہے اے سبحان اللہ کیا کہنے ہیں۔ ابھی کیا ہے اور سنئے تو معلوم ہو۔

آپ کے امام ترمذی سلمی سے روایت کرتے ہیں (دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ فخر المطابع لکھنو)

قالت دخلت علی ام سلمہ وہی تبکی فقلت ما یبکیک قالت رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وعلی رأسہ ولحیتہ التراب فقلت مالک یا رسول اللہ قال شہدت قتل الحسین آنفاً

سلمی کہتی ہیں میں ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو وہ رو رہی تھیں میں نے رونے کا

سبب دریافت کیا تو کہا کہ میں نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا کہ اُنکے سر اور ریش مبارک پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ میں نے کہا یہ کیا؟ تو فرمایا کہ میں شہادت گاہ حسینؑ پر موجود تھا اس روایت میں بھی تین ذاکر ہیں ایک سلمیٰ صحابیہ دوسری ام سلمہ ام المومنین اور صحابیہ تیسرے رسول اللہ جو خود ہی رسول ہیں۔

آپ کے امام شافعی جو غالباً تابعین ہیں یا تابع تابعین بہرصورت آپ کے نزدیک مسلّم الثبوت ضرور ہیں وہ بھی ذاکری کیا کرتے اور جناب امام حسینؑ کا مرثیہ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حافظ جمال الدین زرندی مدنی نے اپنی کتاب معراج الاُصول میں لکھا ہے اور ینابیع المودّۃ میں شیخ سلیمان حنفی قسطنطینی نے صفحہ ۲۹۰ مطبوعہ بمبئی نقل کیا ہے کہ امام شافعی نے یہ مرثیہ نظم کر کے پڑھا ؎

وممّا نفی نومی وشیّب لمتی	تصاریف ایام لھن خطوب
تاوّب ہمی والفواد کیئب	وارّق عینی والرقاد غریب
تزلزلت الدنیا لآل محمّدؐ	وکادت لھم صم الجبال تذوب
فمن مبلغ عنی الحسینؑ رسالۃ	وان کرھتھا انفس وقلوب
قتیل بلا جرم کانّ قمیصہ	صبیغ بماء الارجوان خضیب
یصلّی علی المختار من آل ہاشمٍ	ویوذی لہ ابن ان ذا لعجیب
لئن کان ذنب حب آل محمّدؐ	فذلک ذنب لست منہ اتوب
ہم شفعائی یوم حشری وموقفی	وبغضہم للشافعی ذنوب

ترجمہ ۱؎ جس نے میری نیند کھودی اور میرے بالوں کو سفید کر دیا وہ زمانہ کی گردشیں ہیں جن میں شدائد ہیں

۲؎ میرا غم پھر آیا اور دل غمگین ہے جس نے میری آنکھوں کو بیدار کر دیا ہے اور نیند نایاب ہوگئی ہے۔

۴۳ دنیا آلِ محمد کی وجہ سے زلزلے میں آگئی اور قریب ہے کہ بڑے بڑے سخت پہاڑ پگھل جائیں۔

۴۴ کون ایسا ہے جو حسینؑ کو میرا پیغام پہنچادے اگرچہ لوگ اس بات کو نا پسند کریں

۴۵ حسینؑ بلاجُرم شہید ہوئے اُن کی قمیص ارغوانی رنگ کے خون سے رنگین ہے

۴۶ تعجب کی تو یہ بات ہے کہ آلِ ہاشم کے مختار یعنی نبی پر درُود بھیجا جاتا ہے اور ہاشمؑ کا فرزند قتل کیا جائے۔

۴۷ اگر آلِ محمد سے محبت رکھنا گناہ ہے تو ایسا گناہ ہے جس سے میں توبہ نہ کروں گا

۴۸ یہی لوگ تو میرے شفیع ہیں بروزِ حشر اور اُن سے محبت رکھنا شافعی کے لئے گناہ سمجھا جاتا ہے

ان کے بعد جس جس طبقہ میں آپ تلاش کریں گے برابر ذاکرین جناب سید الشہداؑ ملتے چلے جائیں گے اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ ان تمام لوگوں کے مرثیوں اور ذاکروں کو نقل کرنے کی وجہ سے یہ مضمون ایک بڑی کتاب بن جائے گا تو میں ہزاروں مرثیے اور سینکڑوں حدیثیں اور لاکھوں ذاکرین صحابیینؓ و تابعین و تبع تابعین اور علمائے کے یہاں بیان کر دیتا جن کا ذخیرہ کافی طور پر میرے پاس موجود ہے مگر سمجھنے کیلئے تو اسقدر کافی و وافی ہے اور یہی کیا کم ہے کہ بڑے بڑے علمائے مخالف عزا نے اس مصیبت کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اور اپنا نام ذاکرین سید الشہداؑ کی فہرست میں درج کرانا اپنے لئے باعث فخر سمجھے۔ مثلاً بخاری۔ ترمذی۔ صاحب مشکواۃ۔ احمد بن حنبل۔ ثعلبی۔ بیہقی۔ سیوطی۔ ابن حجر مکی اور اخطب خوارزم وغیرہ وغیرہ قرن ثانی سے لے کر آج کی چودھویں صدی تک والحمد للہ علیٰ ذالک

یہ تو نقلی دلایل تھے جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس درجہ ذکر مصائب امام حسینؑ ممدوح ہے۔ آپ تو بدعت فرما رہے تھے۔ یہاں اس کا سنت ہونا ثابت ہوگیا۔

اور اگر ان کے علاوہ عقل کی طرف بھی رجوع کیجئے تو اُس کا حسن آپ کو کما حقہٗ

معلوم ہو سکے گا۔ لیکن اس کا کچھ علاج نہیں ہے کہ بغض اہلبیت کی وجہ سے اُن کے
محاسن بھی آپ کو بُرے معلوم ہوں کیونکہ معلوم ہے ع ولکن عین السخط تبدی المساویا
باایں ہمہ مختصراً اس کی خوبی تو اسی سے ثابت ہو سکتی ہے کہ اس میں وہ مقناطیسی جذب اور
ایسی برقی قوت ہے جس نے ایک نہایت ضعیف اور کمزور فرقہ کے جسم مُردہ میں جان ڈالدی
اسے جاہل سے عالم بنا دیا۔ اس کے اخلاق کی اصلاح کر دی۔ اُس کے تمدن کو ٹھیک کر دیا
اُسکے قوائے روحانیہ کو بڑھا دیا اُس کے معاش اور معاد کو درست کر دیا سب سے بڑھ کر یہ
ہے کہ اُسے خدائے جل جلالہ اور اُس کے حجاب قدرت تک پہنچا دیا جس سے بالاتر کوئی غرض
ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ دہریوں سے میری گفتگو نہیں ہے بلکہ اُن لوگوں سے ہے جو
خدا کو مانتے اُسکی عبادت کرتے اور اُسکے قرب کو غایت وجود سمجھتے ہیں پس جو امر ایسا ہو کہ خدا
تک پہنچا دے اور مدارج عالیہ اُخرویہ پر فائز کر دے اُسے اگر عبادت نہ کہیں گے تو اور کیا
کہیں گے۔ جس طرح نماز باقاعدہ روزہ صحیح۔ حج باترتیب۔ زکواۃ خلوص جہاد فی سبیل اللہ
کا یہ اثر ہے کہ آدمی کو عذاب آخرت سے نجات دلواتا اور ساحت قرب ایزدی تک پہنچا دیتا ہے
اُسی طرح ذکر مصائب سید الشہدا بھی لہذا اُسے بھی عبادت ہی ہونا چاہئے۔
اُس کے حسن کو اور اُس کے انجام کو تو اُن لوگوں کے دلوں سے پوچھئے جو اس سے
فائدے اُٹھا رہے ہیں۔ وہ بھلا ان جنتم دید فوائد کو چھوڑ کر آپکے ابلہ فریب حملوں میں کیوں
آنے لگے اور ایسی نعمت عظمیٰ کو ہاتھ سے کیوں دینے لگے البتہ ضرورت ہے تو اسکی کہ آپ
بھی اسے ویسا ہی سمجھنے لگیں جیسا وہ لوگ سمجھتے ہیں۔
اسکی دو صورتیں ہیں **ایک تو یہ** کہ آپ بھی بالتزام چند ایسے موقعوں پر تشریف لائیں
جہاں ذکر مصائب سید الشہدا ہوتے ہیں اور اُسیطرح گوش دل سے واعظ کے کلام کو سنیں
جس طرح اہل مجلس سُن رہے ہیں۔ پھر آپ اپنے نفس کا اندازہ کریں کہ آپکی روحانیت میں
کسی قسم کی ترقی ہوئی یا نہیں آپ کی معلومات میں کچھ اضافہ ہوا یا نہیں آپ کے بعض اخلاق

درست ہوگئے یا نہیں۔ آپ کے دل کی قساوت میں کچھ کمی ہوئی یا نہیں۔ آپ کے تعصب کی آگ کسی قدر دھیمی ہوئی یا نہیں۔ آپ میں ہمدردی کا مادہ پیدا ہوگیا یا نہیں آپ میں کسی خاص قسم کا دلی جذبہ بڑھا یا نہیں۔ اگر یہ باتیں پیدا ہوگئی ہوں اور بیشک پیدا ہوگئی ہونگی تو آپ یقین کرلیں کہ بالضرور ذکر مصائب امام حسین علیہ السلام نہایت فائدہ مند بلکہ انسان کو انسان بنانے کے لئے اکسیر اعظم ہے اور مس حیوانیت کو طلائے بشریت سے بدل دینے کے لئے نسخہ گوگرد احمر اور اگر نہ پیدا ہوئی ہوں تو البتہ اسوقت آپ کچھ کہ سکتے ہیں لیکن کان لگا کر سننا اور توجہ کو مبذول کرنا شرط ہے قبل امتحان اور تجربہ کے کسی امر کو لغو کہنا یا اس پر اعتراض کرنا عقلا کی شان سے بعید ہے یہ ایک ایسی رائے ہے جو بجذ انسانیت کی ہمدردی میں ڈوبی ہوئی آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ کاش آپ اسپر عمل کریں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آپ بجائے خود حسینؑ سبط رسول الثقلین کے اس **کمال** روحانیت بھرے فعل۔ اس **شجاعانہ** ترکیب۔ اس **تمام** علوِ ہمت کو ختم کر دینے والی جرأت اور اس **حکیمانہ** سیاسی تدبیر پر غور کریں کہ آپ نے کیوں ایسا کیا اور کیا مصلحت اس فعل میں تھی۔ باوجودیکہ آپ سے زیادہ عاقل کسی اور کا ہونا نہایت دشوار ہے پھر باوجود قلت ناصر اور کمی معاون اور عدم امکان سامان رسد کے اتنی بڑی زبردست فوج کا مقابلہ کر کے جان دی اور بالکل اس بات کی پروانہ کی کہ میرے بعد میرے اہل و عیال پر کیا گذرے گی **نہیں بلکہ** یہ سمجھ کر کہ یقیناً میرے بعد میرے بال بچے اسیر ہونگے اور ان کو بظاہر سخت تکلیفیں پہنچائی جائیں گی اور عام نگاہوں میں ان کا وقار کم معلوم ہوگا۔ تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس حکیم نے جس حکمت و مصلحت سے یہ کام کیا تھا اس کے مصائب کے ذکر میں انہیں حکمتوں اور مصلحتوں کا تازہ کرتے رہنا مقصود ہے اور انہیں تدبیروں کو عملی صورت میں لا کر دکھاتے

رہا مطلوب۔ پھر اس کے بعد کبھی آپ ذکر مصائب سید الشہدا کے بدعت ہونیکا نام بھی نہ لیں گے اور انشاء اللہ ہمارے ہی ہم زبان ہوجائیں گے واللہ الہادی الی طرق الصواب ومنہ الاستعانۃ فی کل باب۔

رہا اسراف کا الزام یہ بھی الزام لایلزم ہے کیا معنی کہ اسراف تو بیجا مال صرف کرنیکو کہتے ہیں۔ بیجا کے یہ معنی ہیں کہ جس میں کوئی مصلحت شرعیہ یا حکمت عقلیہ نہو اور اگر کوئی شرعی مصلحت اور کوئی عقلی حکمت ہو تو ہرگز اُسے اسراف نہیں کہیں گے **مثلاً کوئی** شخص اپنی جان بچانے کے لیے بشرطیکہ اُسکے پاس مال زیادہ ہو ایک لاکھ روپیہ ایک وقت میں صرف کردے تو کوئی شخص اُسے بیجا نہیں کہے گا بلکہ جان بچ جانیکے بعد سب یہی کہیں گے کہ بہت مناسب اس شخص کا فعل تھا۔ جان کے مقابلہ میں اُس نے مال کی پروا نہیں کی اور بخل سے کام نہیں لیا۔ پس اسی طرح اگر کوئی شخص راہ خدا میں اپنی حد کے اندر خیرات ومبرات میں زیادہ صرف کرے تو اُسے اسراف نہیں کہا جا سکتا۔ یا ہمدردی میں اپنے بنی نوع کی یا حج وغیرہ عبادات کے مواقع پر مال صرف ہو تو وہ اسراف نہیں ہے بلکہ نہایت مستحسن سمجھا جائے گا اور عقلا اس کی تعریف کریں گے

یہ مال بھی جو اقامت عزائے جناب سید الشہدا میں صرف کیا جاتا ہے **اولاً** تو اس کے صرف کرنیوالے اُسے عبادت سمجھتے ہیں اور فی الواقع بھی عبادت ہے کیونکہ جو امر کہ سنت اللہ۔ سنت الرسول۔ سنت صحابہ اور سنت تابعین ہو وہ یقیناً ہر مسلمان کے نزدیک عبادت ہے تو کیونکر ایسی عبادت متفق علیہا میں صرف مال اسراف کہا جا سکتا ہے **ثانیاً** یہ کہ اس صرف میں بہت بڑی ہمدردی اپنے بنی نوع کی ہے بہت سے بھوکے اس کے ذریعے سے سیر ہوتے ہیں بہت سے غریب متمنی اور مشتاق اپنی تمنا تک پہنچتے ہیں اور سب سے **بڑی بات یہ** ہے کہ اُس کے ذریعے سے اپنے بنی نوع کو رغبت دلائی جاتی ہے کہ وہ اس مبارک صحبت میں شریک ہو کر اپنی انسانیت کو درست اور اپنی بشریت

کو مکمل کریں۔ گویا مجالس خیابِ سید الشہداء، مدارس، سکول اور کالج ہیں جنمیں غریب طالب علموں کو فیس دے دے کر پڑھوایا جاتا اور اُن کو آدمی بنانا سکھایا جاتا ہے پھر بتایئے تو کہ کون عاقل کہے گا کہ اپنے قومی طلاب کو وظیفہ دلوا کر پڑھوانا اسراف ہو یا ان کی حمایت کرنی اور ان کی تعلیم کے اسباب مہیا کرنا صرف بیجا ہی لیا کوئی شخص کہ سکتا ہے کہ لاکھ لاکھ روپیہ کی تعداد میں علی گڈھ وغیرہ کالجوں میں چندہ دینا اپنے قومی بچّوں کی تربیت و تعلّم کے واسطے تو نہایت ممدوح بات ہے اور حسینی کالجوں میں ہزار دو ہزار روپیہ صرف کرنا جسمیں ہر سال لاکھوں طلاب پاس ہوتے اور اپنے کمال روحانیت پر پہنچتے ہیں اسراف میں داخل ہے۔ یہی ایک نکتہ ہو کہ اگر عقلمند اسپر غور کرے تو ہزاروں کیا لاکھوں کے صرف کو بھی کبھی اسراف نہ سمجھے گا بلکہ عین حکمت اور نہایت ضروری بلکہ فرض انسانی بتائے گا براہ مہربانی آپ بھی جلدی سمجھ جایئے اور اپنے اعتراض کو واپس لیجئے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ بیان مصائب سید الشہداء ہتک حرمت ہے!! یہ بھی غلط ہے بلکہ یہ بیان تو عین عزّت ہی۔ کسی مظلوم کی مظلومیّت کو بیان کرنا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا بوڑھا۔ خصوصاً جبکہ اُسکی مظلومیت اطاعت خدا میں واقع ہوئی ہو اُسکی عظمت اور روحانیت کو اور بڑھا دیتا ہے اور اگر ہتک ہوتا تو خدائے تعالےٰ کبھی اپنے انبیاء کے اُن حالات کو قرآن میں نہ بیان فرماتا جن پر کفار کے ہاتھوں سے ظلم واقع ہوئے اور بلاوجہ قتل کیے گئے اور نہ اُن مقدس نسوان کا نام لیتا جن پر لوگوں نے جھوٹے اتہام لگائے۔ حالانکہ ایسا کیا تو معلوم ہوا کہ ہرگز اس سے ہتک نہیں لازم آتی بلکہ اُس سے دوسروں کو ایک قسم کی نصیحت اور اُنکے حالات سے دوسروں کو ایک بڑا اخلاقی سبق حاصل ہوتا ہے جس سے بہتر کوئی دوسری غرض نہیں ہوسکتی

تعزیہ رکھنا بُت پرستی ہے یا اُس کی تعظیم کرنی شرک ہے یہ بھی ایسا اعتراض ہے جیسے

ہندو لوگ مسلمانوں پر اپنے سے بت پرستی کا الزام ہٹاتے وقت اعتراض کرتے ہیں
کہ تم لوگ جو خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے ہو اُسے بوسہ دیتے ہو اُس کے گرد طواف کرتے ہو اُس
کے حجراسود کو چومتے ہو اُسے آنکھوں سے لگاتے ہو اور اس مکان کی طرف سر جھکاتے
ہو بت پرستی ہی تو ہے تو کیا کوئی مسلمان تسلیم کرتا ہے کہ یہ سب افعال صنم پرستی میں داخل
ہیں یا اُس کی شاخیں ہیں ہرگز نہیں بلکہ اُسکا جواب دے دیتے ہیں کہ ہم اُسے معبود
نہیں سمجھتے - بلکہ حکم خدا کی اطاعت کرتے ہیں یا ایک سچے رسول کی یادگار سمجھ کر اُسکی
تعظیم کرتے ہیں نہ یہ کہ سجدہ عبادتی اُس کے سامنے کرتے ہیں سجدہ تو خدا کا ہے مگر رُخ
اس طرف کر لیتے ہیں جو خدائی یاد میں مدد پہنچانیوالا ہے اسی قسم کا جواب ہمارا بھی
ہے کہ ہم تعزیہ کو ہرگز معبود نہیں سمجھتے - امام نہیں جانتے اُسے رسول کا فرزند نہیں خیال
کرتے بلکہ ایک بڑے عظیم الشان مذہبی پیشوا کی یادگار کا نمونہ جان کر تعظیم کرتے ہیں
اور مطلق تعظیم بُت پرستی ہے نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو چاہیے تھا کہ فرشتوں
کا سجدہ کرنا جناب آدم کو بھی بت پرستی ہو جاتا اور خدا تعالےٰ اُسے
ممدوح نہ فرماتا حالانکہ اُس کی بیحد تعریف کی بلکہ جس نے اُس سے سرتابی کی اُسی
کی مذمت فرمائی ہے - علیٰ ہذا القیاس جناب یوسفؑ کا سجدہ کرنا یعقوب نبی کو بھی بُت
پرستی ہو جاتا - نیز مزار کا تعظیم کرنا اپنے علمائے مذہب کی یہ بھی صنم پرستی کی ایک شاخ
کہی جاتی حالانکہ کوئی عاقل ان امور کو عبادت اصنام نہیں کہتا آپ بھی اپنے علماء
کی تعظیم کرتے ہیں آپ بھی اپنے بزرگوں کی قبور کی عزت کرتے ہیں - آپ بھی نقشہائے
مدینہ و مکہ اور قبور رسول و خلفا کو آنکھوں سے لگاتے ہیں - پھر کیا آپ بُت پرستی کرتے
ہیں اگر ایسا ہے تو آج کوئی مسلمان مسلمان ہی نہیں بلکہ سب کے سب مُرتد ہو چکے
ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ سمجھئے
اور میرے اس بیان کی داد دیجئے -

ہاں جناب اور آپنے یہ کیا کہنا شروع کیا ہے کہ تعزیہ بنانا ہی گویا بت بنانا ہی
میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ نے کس رُخ سے اس کو بُت بنایا ہے۔ بُت تو شاید اسی
کو کہتے ہیں جو کسی ذی روح کی تصویر بنائی جائے اور اُس کی عبادت کی جائے۔ کیوں
جناب یہی ہے نا یا کچھ اور ؟ تو آپ براہ عنایت یہ تو بتا دیجئے کہ یہ کسی ذی روح کی
تصویر ہے اور کس کی عبادت کی جاتی ہے اور کون عبادت کرتا ہے۔
عبادت تو شاید آپ ہی کرتے ہونگے۔ تعزیہ دار تو کوئی بھی تعزیہ کی عبادت نہیں کرتا
اور نہ اُس کو معبود سمجھتا ہے۔ رہی یہ بات کہ تعزیہ بیشک ایک مزار ایک شہید یا ایک
ضریح کی نقل ہے جو یقیناً غیر ذی روح چیز ہے تو کیا ایسی چیز بنانی صنم تراشی ہے ؟
کیا آپ کی کتابیں ایسی چیزوں کے بنانے کی اجازت نہیں دیتیں۔ قسم بخدا یہ کتابیں
آپ کی اس کی اجازت سے بھری ہوئی ہیں۔ ایک کیا بیسیوں شاید آپ کے سامنے پیش
کر سکتا ہوں۔ غیر ذی روح تو درکنار آپ کی کتابوں سے تو ذی روح کی تصویر بنانے کا
جواز بھی پایا جاتا ہے۔ کیا آپ کو حضرت عائشہ کی گڑیوں والی روایت یاد نہیں۔ اگر
یاد نہو تو آپ ذرا کتاب جمع بین الصحیحین کو نکال کر دیکھ لیجئے۔ آپ کا اطمینان ہو جائے گا
دور کیوں جائیے ذرا مشکواۃ ہی میں ایک نظر دیکھ لیجئے کہ کیا تحریر فرمایا گیا ہے۔
ان جبریل جاء بصورتہا فی خرقۃ حریر خضراء الی رسول اللہ فقال ہذہ زوجتک فی الدنیا
والآخرہ یعنی جبریل امین بی بی عائشہ کی تصویر ایک سبز حریر میں لپیٹ کر رسول اللہ صلعم
کے پاس لائے اور کہا کہ یہ آپ کی بی بی ہیں دنیا و آخرت میں
تو جب کہ بی بی عائشہ کی تصویر خود خدا نے بنا کر بھیجی اور رسول اللہ کو تشفی دی تو آپ کو
منع کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اس بنا پر تو عین جائز ہونا چاہئے کہ انسان کی
بھی تصویر بنا سکیں۔ کیوں جناب ہے یا نہیں ؟
حالانکہ ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ایک غیر ذی روح کی تصویر بناتے ہیں اور اس باب میں

گویا آپ کی ہی تقلید کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتاب مسمیٰ صحیح میں تحریر فرمایا ہے۔ قال ابن عباس قال ان کنت لابد فاعلاً فاصنع الشجر ولا روح فیہ متفق علیہ۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر تجھے ضروری ہی کوئی ایسی شے بنانی ہے تو درخت بنا اور ایسی چیز جس میں روح ہو۔ یہ مضمون روایت متفق علیہ علماء ہے" تو پھر آپ کو ناراض ہونے کی وجہ کیا ہے۔ آپ ہی کی ہم تقلید بھی کریں اور اُلٹے آپ ناراض ہوں یہ کیا معنی

بالجملہ نہ تو ذکر مصائب سید الشہدا علیہ السلام بدعت ہے۔ نہ تعزیہ داری میں مال صرف کرنا اسراف ہے۔ نہ تعزیہ بنانا بت پرستی ہے اور نہ اس میں قسم قسم کی فواحش کا خوف ہے محض آپ کا خیال ہی خیال ہے بلکہ ابلہ فریبی ہے جس میں کوئی عاقل ہرگز نہیں پڑسکتا۔

اصل امر تو یہ ہے جیسے پیشتر کے بعض علمائے اسلام مثل غزالی وغیرہ کے لکھ گئے ہیں کہ ذکر مصائب حسین سے بغض صحابہ پیدا ہوتا ہے لہذا واعظ کو اس میں مشغول نہ ہونا چاہئے حالانکہ یہ ایسی بات ہے کہ بظاہر آسمان وریسمان کا تفاوت ان دونوں میں دکھائی دیتا ہے۔ کجا ذکر مصائب ومظلومیت حسینؑ اور کجا بغض وعداوت صحابہ اس سے اسکو تعلق ہی کیا ہے۔ کیا امام حسین علیہ السلام کو آپ کے صحابہ کرام نے شہید کیا تھا جس سے مصائب کا اُن کے بیان کرنا۔ عداوت صحابہ خلفاء پر برانگیختہ کرتا ہو اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو اس بغض وعداوت سے بچنا کیا۔ کیا اگر حضرت ابوبکر ہی خدانخواستہ قاتل امام حسین سبط رسول الثقلین ہوتے یا حضرت عمر نے اُن سے لڑنے کے لئے فوج بھیجی ہوتی تو آپ ان کو اُن کے مقابلے میں اچھا کہتے۔ کیا خون رسول کی حرمت آپ کچھ بھی نہ کرتے ہو اور کیا فاطمہ کے آنسو وعس کی پروا آپ کو بالکل ہوتی اور کیا رسول اللہ کے فرزند کے قتل کرنے پر بھی آپ خلفاء ہی کا ساتھ دیتے ؟ مجھے تو آپ سے یہ امید نہیں ہے

بلکہ یقین تو یہ ہے کہ اُن سے نفرت کرنے لگے۔ اور ہرگز اُن کو بھلائی سے یاد کرنے کا نام بھی نہ لیتے پس جبکہ ایسا ہے تو کے باشد اگر وہ قائل فرزند رسولؐ ہوگا تو اُس سے عداوت ضرور رکھی جائے گی۔ اور ضرور اُس سے بمقابلہ حسینؑ برات چاہی جائے گی۔ اس میں آپ کے خلفا کا کیا ضرر ہے اور اُن کا یہاں نام ہی کون لیتا ہے جو آپ خواہ مخواہ چراغ پا ہوتے ہیں۔ وہ بیچارے تو ایک مدت قبل اس واقعہ عظیمہ سے مر چکے تھے ہڈیاں تک بھی خاک ہو گئی تھیں۔ اُن کو اس میں کیا دخل تھا جو ذکر مصائب حسینؑ سے اُن کی عداوت کو برانگیختگی ہو۔ عداوت ہے تو یزید سے۔ ابن زیاد سے۔ عمر سعدؒ سے شمر سے اور اُن کے رفقاء سے جو اس واقعہ میں شریک ہوئے تھے نہ حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان وغیرہم سے جن کو اس سے کچھ تعلق نہ تھا۔

لیکن شاید آپ کا مطلب یہ ہے کہ جب ذکر مصائب حسینؑ ہوگا تو یزید کا نام ضرور آئے گا پھر پوچھنے والا پوچھے گا کہ یزید کون تھا۔ جواب ہوگا **حضرت معاویہ صاحب کے فرزند ناخلف**! پھر پوچھنے والا کہے گا۔ حضرت معاویہ صاحب کون ہیں؟ تو جواب ہوگا کہ جنھیں جناب خلیفہ عثمان نے شام کا حاکم بنایا تھا۔ حضرت عثمان کون ہیں؟ جناب عمر کے جانشین۔ حضرت عمر کون ہیں؟ جناب ابوبکر کے گدی نشین اور وارث حقیقی۔

تو اس طور سے البتہ ایک سلسلہ قایم ہو سکتا ہے جس کی انتہا جناب خلیفہ اول حضرت ابوبکر پر ہوتی ہے اور بنائے فساد اُن کی ذات سے ٹھہرتی ہے۔ مگر یہ صرف قائل صاحب کی طباعی اور ذہانت ہی جو اتنی دور تک بھاگتے ہوئے چلے گئے اور دُم سے سر تک پہنچ گئے ورنہ مجالس عزائے جناب امام حسین علیہ السلام میں اس کرٹیوں وار زنجیر کا کہیں ذکر نہیں ہوتا اور نہ کوئی اس بزرگ نسب نامے کو ذکر بھی کرتا ہے۔ اور اگر کہیں یہ نسب نامہ اس ترکیب خاص سے پڑھا جاتا ہو تو ہمیں بھی بتائیے ہم بھی مشتاق ہیں۔ ذرا

سن لیں۔ مگر آپ ہرگز نتیجہ نہ دے سکیں گے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ سب آپ کی بنوٹ ہے۔ اصل کچھ بھی نہیں اور اگر ہے تو وہی عداوتِ دیرینہ کہ **علی ابن ابیطالب** علیہ السلام نے آپ کے مورثوں کو جنگ بدر میں کیوں قتل کیا۔ جنگ احزاب میں کیوں شکست دی۔ جنگ احد میں کیوں جان سے مار ڈالا۔ ہم اسی کا بدلا اُن کے بیٹے سے لیتے ہیں اور جبکہ اُن کی ذات سے ممکن نہیں تو اُن کے نام ہی سے سہی اور اُن کے ذکر مصائب ہی سے سہی کہ جہاں تک ہو سکے اُسے مٹا دیں لیکن یاد رکھئے۔ یہ کبھی نہیں مٹے گا۔ یزید کی پیشانی پر جو ٹیکہ کلنگ کا لگ گیا ہے وہ آپ کے دھوئے کبھی نہیں دھل سکتا۔ البتہ دوزخ کی آنچ اور جہنم کا آبِ حمیم اُسے دھو دے تو اور بات ہے دنیا میں تو مٹتا نہیں۔

لہذا آپ **اپنی** بلا وجہ کوشش اور بے سود سعی سے باز رہیں تو بہتر ہے ورنہ نتیجہ وذالک ہو الخسران المبین ہی ہو گا اور کچھ نہیں۔ باقی انشاء اللہ آئندہ سال گذارش کیا جائے گا

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

اقل الخلیقہ السید محمد ہارون
زنگی پوری